حدیث - ۴

ایمان کی مٹھاس

عن انس بن مالك رضى الله عنه، عن رسول الله ﷺ قال : ''ثلاث من كن فيه وجد بهن حلاوة الايمان ۔ أن يكون الله ورسوله أحب اليه مما سواهما ۔ وأن يحب المرء لا يحبه الا لله ۔ وأن يكره أن يعودَ فى الكفر بعد أن أنقذه الله منه كمايكره ان يقذف فى النار ۔ (متفق عليه)

''حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے اندر تین صفات پائی جائیں گی، اس کو ایمان کا لطف حاصل ہوگا۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہر چیز سے زیادہ اس کو محبوب ہوں۔ دوسرے یہ کہ وہ شخص جس شخص سے بھی محبت کرے اللہ واسطے محبت کرے۔ اور تیسرے یہ کہ وہ ایمان کی دولت نصیب ہونے کے بعد پھر کفر کی طرف لوٹنا اتنا ہی ناپسند کرتا ہو جتنا یہ کہ اس کو آگ میں ڈالا جائے۔''

امام نوویؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث نہایت عظیم اور اسلام کی بنیادی اور اصولی چیزوں میں سے ایک ہے۔ علماء فرماتے ہیں کہ ایمان کی مٹھاس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان پر عمل کرنے اور ان کی خوشنودی کی خاطر مشقت جھیلنے میں لطف و مزہ آئے اور دنیا کی چیزوں پر وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی پسند و ناپسند کو مقدم رکھے، اس پر ترجیح دے، اللہ سے بندے کی محبت یہ ہے کہ اس کے حکموں پر چلے اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان سے باز رہے یہی مطلب محبت رسول ﷺ کا بھی ہے۔ (صحیح مسلم (شرح نووی) ج ۲ ص ۱۳)

ایمان کی مٹھاس کی پہچان یہ ہے کہ بندۂ مومن کے دل میں یہ یقین جم جائے کہ پیش

آنے والی تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں اس کو جو پریشانی یا خوشحالی پیش آئی ہے وہ مقدر تھی اس سے ٹل نہیں سکتی تھی، اور جو چیز اس کو نہ پہنچی اس کا نہ پہنچنا یا نہ ملنا پہلے سے مقدر تھا، اگر سارے لوگ مل کر اس کو کچھ فائدہ پہنچانا چاہتے تو اس پر قادر نہیں تھے بس وہ اتنا ہی فائدہ پہنچا سکتے ہیں جتنا اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے مقدر فرمادیا ہے، اور اسی طرح اگر تمام لوگ مل کر اس کو نقصان پہنچانا چاہیں تو ایسا ہرگز نہیں کر سکتے بس اتنا ہی نقصان پہنچا سکیں گے جتنا اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَاكَتَبَ اللّٰهُ لَنَا هُوَ مَوْلٰنَا وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ. ''(التوبہ:۵۱)

''کہہ دو کہ ہم کو کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی، بجز اس کے کہ خدا نے ہمارے لئے لکھ دی ہو وہی ہمارا کارساز ہے اور مومنوں کو خدا ہی پر بھروسا رکھنا چاہئے۔''

ایمان کے لطف و مزہ کا مطلب یہ ہے کہ بندۂ مومن غیر اللہ کے خوف، بزدلی، جزع و فزع سے آزاد ہو اور صبر و ثبات، ہمت و جواں مردی اور مہم جوئی کے جذبات سے آراستہ ہو، قاضی عیاضؒ فرماتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کے دعوے میں وہی شخص سچا ہے جس کا ایمان یقین کی دولت سے بہرہ ور ہو اور اس کا نفس اس پر مطمئن ہو، دل میں ایمان کی ایسی بشاشت سمائی ہو جو اس کے رگ و ریشے میں دوران خون کی طرح جاری و ساری ہو، ایسے ہی شخص کو ایمان کی مٹھاس اور اس کا لطف حاصل ہوتا ہے اور فرمایا، اللہ واسطے محبت اللہ تعالیٰ سے محبت ہی کے نتیجے میں حاصل ہوتی ہے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ محبت دل کی پسند و ناپسند کا اللہ تعالیٰ کی پسند و ناپسند کے تابع ہو جانے کا نام ہے۔ یعنی انسان اسی چیز کو پسند کرے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے اور جس چیز کو اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے بندہ بھی اس کو ناپسند کرے۔ (شرح نووی)

حلاوت ایمان کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ بندہ اپنے دل کی گہرائیوں سے یہ یقین رکھے کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے جس بندے کے لئے رزق میں کشادگی فرمادی کسی اور کے بس میں یہ نہیں تھا کہ اس کو روکتا، اور کوئی شخص جب تک اپنا رزق پورا نہ کر لے

اور موت کے مقررہ وقت سے پہلے کی مدت گذار نہ لے اس کی موت نہیں آ سکتی۔ حلاوت ایمان کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ مسلمان دنیا کی بہت زیادہ حرص اور اس کی طلب میں ہمہ وقت سرگرداں رہنے سے محفوظ ہو، اسی طرح وہ نفسانی لالچ، بخل اور خرچ کرنے کے موقع پر کم خرچ کرنے کے مرض سے دور ہو، بلکہ اس کے اندر جود وسخا، دوسروں کو اپنے پر مقدم رکھنے اور دینے کا شوق وجذبہ پایا جاتا ہو، وہ قناعت اور بقدر ضرورت ہی کو اپنے لئے باعث سعادت سمجھتا ہو۔

حاصل کلام یہ کہ دل میں ایمان کی ایک خاص لذت اور لطف کی کیفیت پائی جاتی ہے جو تقریباً شعوری اور حسی مٹھاس جیسی ہوتی ہے بلکہ اکثر اس سے بھی بڑھ کر ہوتی ہے جس سے نہایت کڑوی چیز کو دفع اور دور کیا جاسکتا ہے اس کا ادراک واحساس اسی شخص کو ہوسکتا ہے جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو۔ (سنن نسائی، ج ۸ ص ۹۶)

ایمانی لذت اور مٹھاس کی ایک پہچان یہ بھی ہے کہ بندۂ مومن خواہشوں کی غلامی، نفس امارہ کے قید وبند اور مال وزن کے فتنے سے آزاد ہو، ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے اور اپنے ہر کام کو اسی طرح رضا وخوشنودی کی خاطر کرنے کی سعادت سے بہرہ مند ہو، اپنے ہر کام میں اسی سے مدد کا طالب ہو اور اس کی طرف سے جو کچھ بھی پیش آئے اس پر سرِ تسلیم خم رکھے، اپنی ذات سے متعلقہ فرائض اور ذمہ داریوں کو پوری امانت ومستعدی کے ساتھ ادا کرنے میں لگا ہو۔

ایمان کی لذت اور مٹھاس کا تقاضا یہ ہے کہ بندۂ مومن ایمانی لذت کی ان صورتوں کو ذیل میں مذکور طریقوں سے حاصل کرنے کی فکر کرے۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ محبت حقیقی معنی میں اللہ اور اس کے رسول ہی سے ہونی چاہیے۔ اس لیے کہ اللہ ہی کی مثالی ذات نے اس کو پیدا کیا ہے، بندوں کو اسی نے ظاہری وباطنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ اس رحیم آقا نے پوری کائنات کی چیزوں کو انسانی ضرورتوں کے تابع بنا دیا ہے۔ اس لئے بھی حقیقی محبت کا مستحق اللہ تعالیٰ ہی ہے کہ بندہ اسی کا محتاج ہے اور ہر حال میں اس کا سہارا اور بھروسا اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے، اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ

خُلَفَآءَ الْاَرْضِ أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (النمل:۶۲)

''بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور کون اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور (کون) تم کو زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے (یہ سب خدا کرتا ہے) تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے (ہرگز نہیں) مگر تم بہت کم غور کرتے ہو۔''

آگے فرمایا ہے:

أَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعَالَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ. (النمل:۶۳)

''بھلا کون تم کو جنگل اور دریا کے اندھیروں میں رستہ بتاتا ہے اور (کون) ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے خوشخبری بنا کر بھیجتا ہے (یہ سب کچھ خدا کرتا ہے) تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے (ہرگز نہیں) یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں خدا (کی شان) اس سے بلند ہے۔''

آگے مزید فرماتا ہے:

أَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ أَإِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ. (النمل:۶۴-۶۲)

''بھلا کون پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اس کو بار بار پیدا کرتا رہتا ہے اور (کون) تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے (یہ سب کچھ خدا کرتا ہے) تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے (ہرگز نہیں) کہہ دو (مشرکو!) اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔''

بندۂ مومن کو اللہ تعالیٰ سے محبت کے اس معیار پر ہونا چاہئے جو اس کے شایانِ شان ہے، کہ وہ مالک و خالق بھی ہے اور بندوں کا حاجت روا بھی، بندہ اپنے کو اسی کا محتاج سمجھتا ہے،

اسی پر بھروسا کرتا ہے، اپنی جملہ ضروریات میں اسی کی مدد کا طلبگار رہتا ہے، اس کی نعمتوں اور فضل وعنایت پر شکر گزار رہتا ہے۔ جو بندہ ایسا نہیں کرتا وہ محبت کے دعوی میں جھوٹا ہے اس کو ایمان کا لطف ومزہ نہیں نصیب ہوگا۔

''اللہ اور اس کے رسول ﷺ سب سے زیادہ محبوب ہوں'' کی علماء یہ تشریح فرماتے ہیں کہ محبت سے مراد محبت اختیاری ہے طبعی نہیں، جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کو نفسانی خواہشوں اور دیگر تمام چیزوں پر مقدم رکھے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس سے یا جس شے سے بھی محبت کرے اللہ ہی کے لئے کرے، اپنی پسند وخواہش کی وجہ سے نہ کرے، ان تمام چیزوں کو ناپسند کرے جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا ہے اور ان سے ناراض ہوتا ہے۔ محبت وناراضی دونوں گویا ایک ہی چیز ہیں کہ بندہ اپنے کو رب ذوالجلال کی پسند وناپسند کے تابع کردے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہی پورے طور پر بندے کو محبوب ہو۔ اپنی ذات اور نفس اللہ تعالیٰ کے سامنے ہیچ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور طرف نظر جائے ہی نہیں کہ یہ اسی کا غلام اور بندہ ہے اور غلام تو آقا ہی کے چشم وابرو کے اشارہ کا منتظر اور اسی کی پسند وناپسند کے تابع ہوتا ہے۔ جب یہ بات پائی جائے گی جبھی بندے کا نفس اللہ تعالیٰ کی ذات کے سامنے فنا ہوگا۔ اسی وقت اس پر حضور ﷺ کا یہ ارشاد پوری طرح منطبق ہوگا کہ تم میں کا کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے بھی وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ (سنن نسائی، جلد ۸ ص ۹۶)

اس کے بعد اپنی محبت اور دوستی اللہ کے رسولؐ کی مرضی کے تابع کردے اس لیے کہ آپ ہی کی ذات (ان تمام لوگوں کے لئے اسوۂ حسنہ ہونے میں جو انسانیت کے بلند مقام کے خواہاں ہوں اور بڑائی اور کمال کے مرتبے پر پہنچنا چاہتے ہوں) اس کی مستحق ہے، آپ کی ذات اس لیے بھی اس محبت ودوستی کی مستحق ہے کہ آپ نے اپنے رب کی امانت بندوں تک پہنچانے کا حق ادا کیا، اپنے رب کا پیغام بندوں تک پہنچایا اور امت کی بہی خواہی کا حق ادا کیا۔

نبی کریم ﷺ سے ہماری محبت کا مطالبہ اللہ تعالیٰ خود فرمارہا ہے :

قُلْ اِنْ كُنتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِىْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

صحابہ کرام کے حالات میں آپ ﷺ سے بے پناہ محبت کے عجیب وغریب واقعات ملتے ہیں۔ امام بیہقی نے حضرت عروہ سے روایت کیا ہے کہ ''جب مشرکین زید بن دثنہ کو قتل کرنے کی غرض سے حرم سے باہر مقام تنعیم میں لے گئے اور راستے میں حضرت خبیبؓ بن عدی انصاری اور زید بن دثنہ کی ملاقات ہوگئی تو دونوں نے ایک دوسرے کو یہ نصیحت وتلقین کی کہ اس راہ میں جو بھی مصیبت پیش آئے اس پر صبر وثابت قدمی کے ساتھ جمے رہنا، حضرت ابوسفیانؓ جو اس وقت کافر تھے، انھوں نے زید بن دثنہ سے کہا کہ تم کو خدا کی قسم دلا کر کہتا ہوں، بتاؤ کیا تم یہ پسند کرو گے کہ اس وقت ہمارے قبضے میں محمد ﷺ تمہاری جگہ ہوں، ہم ان کی گردن ماردیں اور تم بجائے دار پر ہونے کے اپنے گھر والوں میں رہو؟

ابوسفیانؓ کے جواب میں حضرت زیدؓ نے فرمایا: خدا کی قسم مجھے یہ تک گوارا نہیں کہ محمد ﷺ اس وقت ہماری جگہ ہوں اور ان کو کوئی کانٹا بھی چبھے اور میں اپنے اہل وعیال میں رہوں۔

یہ سن کر ابوسفیانؓ نے کہا : ''ہم نے کسی کو کسی سے ایسی محبت کرتے نہیں دیکھا جس طرح محمد ﷺ کے ساتھی محمد ﷺ سے محبت کرتے ہیں''۔

نسیبہ بنت سعد انصاری کا قصہ ہے کہ غزوۂ اُحد میں ان کے بھائی، باپ اور شوہر تینوں شہید ہوگئے تھے۔ جب ان کو اس کی خبر دی گئی تو پوچھا حضور ﷺ کا کیا حال ہے، مقصود خیریت پوچھنا تھا، لوگوں نے بتایا کہ آپ ﷺ خیریت سے ہیں! یہ سن کر ان کو چین نہ آیا اور کہا، مجھے دکھا دو میں اپنی آنکھوں سے آپ ﷺ کو دیکھ لوں۔ جب آپ ﷺ کو دیکھ لیا تب دل کو قرار آیا اور کہا کہ آپ موجود ہیں تو ہر مصیبت ہیچ ہے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کو اللہ جل شانہ اور اس کے رسول محمد ﷺ سے خلوص کے ساتھ محبت ہوتی ہے، وہ ان کی آواز پر لبیک کہے اور ان کا حکم بجالائے، اور جن چیزوں سے منع فرمائیں، ان سے باز رہے ورنہ وہ محبت کے دعویٰ میں جھوٹا اور ایمان کی کڑی کو توڑنے والا شمار ہوگا۔

آپ ﷺ کے ارشاد: ''آدمی آدمی سے محبت کرے اور یہ محبت صرف اللہ کے لئے ہو'' کی تشریح میں یحیٰ ابن معاذ فرماتے ہیں: اللہ واسطے محبت کی حقیقت یہ ہے کہ حسن سلوک کے

موقعے پر حد سے آگے نہ بڑھے کہ کسی دوسرے کی حق تلفی ہو جائے اور سختی کے موقعے پر سختی کرنے میں کمی نہ کرے۔ (فتح الباری، کتاب الایمان م ۱/۶۲)

یہ حدیث اخوت اسلامی کا درس دیتی ہے جو اس وقت تک خالص نہیں ہو سکتی، نہ ہی پائیدار ہو سکتی ہے، نہ اس میں تعاون کا جذبہ ہو سکتا ہے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کے لئے نہ ہو اور اس محبت سے اللہ کی رضا نہ مقصود ہو، اور یہ اس وقت نصیب ہوتا ہے جب مومن کو ایمان کی مٹھاس اور چاشنی حاصل ہوتی ہے یہی وہ چیز ہے جس کی ایک سے زیادہ حدیثوں میں آپ ﷺ نے تاکید فرمائی ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا ''تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لئے وہی نہ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہو''۔

(فتح الباری، کتاب الایمان م ۱ ص ۶۲)

آپ ﷺ اس اسلامی اخوت کو مختلف مواقع پر بیان فرماتے رہے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا : ''مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں اور مہاجر وہ شخص ہے جو ان تمام چیزوں کو چھوڑ دے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے''۔ (فتح الباری، کتاب الایمان م ۱ ص ۶۲)

صحیح اسلامی اخوت اس وقت تک ایمان کی لذت سے آشنا نہیں ہو سکتی جب تک تقویٰ نہ ہو۔ اس لیے کہ ایمان کے بغیر اُخوت کا پایا جانا مشکل اور تقویٰ کے بغیر سچائی اور دوستی کا پایا جانا دشوار، اخوت ایمان کے بغیر نہیں پائی جا سکتی، اس کا ثبوت تو یہ آیت کریمہ ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (الحجرات:۱۰) مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اور تقویٰ کے بغیر دوستی نہیں ہو سکتی اس کی دلیل یہ آیت ہے:

اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ

(الزخرف:۶۷)

''جو (آپس میں) دوست (ہیں) اس روز ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار (کہ باہم دوست ہی رہیں گے)۔''

جو شخص صاحب ایمان ہوتا ہے اور اس کے ایمان پر تقویٰ کا رنگ بھی چڑھا ہوتا ہے، تو اس شخص کو ''کند ہم جنس با ہم جنس پرواز۔ کبوتر با کبوتر باز با باز'' کے اصول کے تحت ملاقات و تعارف کے پہلے ہی لمحے میں اس شخص سے محبت وانس پیدا ہو جاتا ہے، جو ایمان وتقویٰ کا حامل ہوتا ہے، جیسا کہ فرمایا گیا ہے روحیں تیار کیا ہوا لشکر ہیں جو ان میں سے ایک دوسرے سے متعارف ہوتی ہیں باہم مل جاتی ہیں مانوس ہو جاتی ہیں۔ اور جو ایک دوسرے کے لئے اجنبی اور الگ نوعیت کی ہوتی ہیں ایک دوسرے سے دور ہوتی ہیں۔ اس لئے کہ ایسا نفس رکھنے والا شخص جس میں خباثت پائی جاتی ہو اور جس کے اندر فساد اور بگاڑ جڑ پکڑ چکا ہو، وہ نفس مومن سے میل نہیں کھاتا، اس لئے کہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ذوق ومزاج کے ہیں۔ روح اور طریق زندگی دونوں اعتبار سے ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ لہٰذا مخلصانہ اسلامی اخوت ومحبت کے آداب میں یہ شامل ہے کہ جب بھائی کو بھائی سے محبت ہو تو اس کو بتا دے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں، اس لئے کہ حدیث شریف میں ابوداؤد اور ترمذی دونوں ہی نے حضور ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب آدمی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اس کو بتا دے کہ وہ اس سے محبت کرتا ہے''۔

گرم جوشی اور چہرہ کی بشاشت کے ساتھ ملنا اس کو چار چاند لگاتا ہے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تمہارا اپنے بھائی سے ہنس کر ملنا صدقہ کا ثواب رکھتا ہے''۔

کفر کی طرف دوبارہ لوٹنا اتنا ہی ناگوار ہو جتنا آگ میں ڈالا جانا یہ جملہ اللہ واسطے محبت اور ایمان کی حلاوت کی تشریح کے بعد لایا گیا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات عالی پر ایمان جب دلوں میں جم جاتا ہے اور دل کی بشاشت میں رچ بس جاتا ہے تو ایسے شخص کو کفر کی ہر قسم سے نفرت ہو جاتی ہے، ہر غلط چیز اس کو ناگوار ہوتی ہے، وہ ہر قسم کی کجروی سے دور بھاگتا ہے بلکہ اس سلسلے میں بندۂ مومن کے احساسات بہت تیز ہو جاتے ہیں، جس سے وہ حق وباطل اور ایمان وکفر میں فرق کرنے لگتا ہے، کفر کی تمام اقسام مثلاً عہد حاضر میں سیکولرزم، قومیت، اشتراکیت، اور کفر صریح یعنی کھلی ہوئی بت پرستی، علانیہ الحاد اور بے دینی، ہمارے موجودہ زمانے میں ارتداد و بے

دینی کے طرح طرح کے طریقے اور الگ الگ رنگ روپ ہیں جو بعض بھولے بھالے اور سیدھے لوگوں کی سمجھ میں نہیں آتے۔ اس پر ایسا دلکش رنگ روغن چڑھا رہتا ہے کہ اس کا سادہ لوح لوگوں کا سمجھنا اور بھانپنا مشکل ہوتا ہے۔ عہد حاضر میں ارتداد کی ایک صورت یہ ہے کہ ایک مسلمان خاص مقصد کے تحت قومیت کے شعار کو رواج دے اس کی دعوت اور اس کی ساری تگ و دو اسی کے لئے ہو۔ خلافت اسلامی کے خاتمے کے فوراً بعد یہودیوں نے اسلامی ممالک میں قوم پرستی کے شعور و جذبات کو ابھارا۔ کیوں؟ تاکہ مسلمانوں کی طاقت پاش پاش ہو وہ متحد رہنے کے بجائے امت مسلمہ کی حیثیت سے ایک جسم ہونے کے بجائے قومیت کے خانوں میں بٹ کر۔ کرد، ترکی، اور عرب الگ قوموں میں بٹ کر ایک دوسرے سے لڑنا شروع کر دیں اور اس طرح اسلام کو حکومت سے بے دخل کر دیا جائے اور شریعت اسلامی کو زندگی کے تمام شعبوں سے نکال دیا جائے، دین و عقیدہ کو چھوڑ کر مسلمان صرف قومیت کی بنیاد پر آپس میں لڑتے رہیں اور اسلام دشمن طاقتوں کے لئے راستہ صاف ہو جائے۔

ارتداد کی ایک شکل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا جو پوری کائنات کا مالک و خالق ہے کسی اور کو حکومت اور قانون سازی کا حق دیا جائے ہر وہ شخص جو اللہ عزوجل کے علاوہ کسی اور کی حاکمیت کا اعتقاد رکھتا ہو یا اس پر مطمئن ہو، وہ مرتد و کافر ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا. (النساء:٦٥)

''تمھارے پروردگار کی قسم یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں تمھیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں۔ تب تک مومن نہیں ہوں گے۔''

ارتداد کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ کتاب و سنت کے کسی جز کا مذاق اڑایا جائے، جیسا کہ ''سلمان رشدی'' نے اپنی کتاب آیات الشیطان میں سنت کے نقوش کا مذاق اڑایا ہے۔

ارتداد کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ منکرین خدا، منافقوں اور بے دینوں سے اس امید

میں ربط وضبط رکھا جائے کہ ان کے ساتھ رہنے سے عزت حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَ النَّصَارٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ، اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ"۔ (المائدۃ:۵۱)

''اے ایمان والو! یہود اور نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ یہ ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو شخص تم میں سے ان کو دوست بنائے گا وہ بھی انھیں میں سے ہوگا۔ بیشک خدا ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔''

ارتداد و بے دینی کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اللہ رب العزت کے لئے ایسی صفات بیان کی جائیں اور ان کا عقیدہ رکھا جائے، جو اس کے شایان شان نہیں، لہٰذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسموں میں حلول کرتا ہے (یعنی کسی جسم میں داخل ہو جاتا ہے سما جاتا ہے) وہ شخص کافر اور گمراہ ہے۔ یا یہ عقیدہ رکھنا کہ اللہ تعالیٰ تین میں کا ایک ہے، یا یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم لوگ غنی ہیں یہ ساری باتیں کفر و گمراہی کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ جیسی کوئی چیز ہو ہی نہیں سکتی، نہ اس کی ذات کے اعتبار سے اور نہ صفات کے اعتبار سے۔ اس کی ذات بے ہمتا، زمان و مکان، حلولیت و جسمیت سب سے منزہ اور پاک ہے وہ اپنے جلال و کمال، بڑائی یکتائی اور ربوبیت میں بے مثال ہے:

لَا تُدْرِکُہُ الْاَبْصَارُ وَھُوَ یُدْرِکُ الْاَبْصَارَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (الانعام:۱۰۳)

(وہ ایسا ہے) نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے اور وہ بھید جاننے والا خبردار ہے۔

لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْئٌ وَّھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (الشوریٰ:۱۱)

اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ دیکھتا سنتا ہے۔

لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ (سورہ اخلاص:۲)

''نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔''

ارتداد کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اسلام کی بعض چیزوں پر ایمان لایا جائے اور بعض چیزوں کا انکار کیا جائے، مثلاً کوئی کہے کہ میں اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ اسلام عبادت اور اخلاق کا دین تو ہے لیکن میں اس پر نہیں ایمان رکھتا کہ وہ قانون حکومت اور دستور حیات بھی ہے، اسلام کے متعلق یہ تصور و خیال آدمی کو ارتداد کا شکار بنا دیتا ہے اور اس کو کفر کا مرتکب بنا دیتا ہے۔ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

أَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰى اَشَدِّ الْعَذَابِ. (البقرة: ۸۵)

''(یہ) کیا (بات ہے کہ) تم کتاب (خدا) کے بعض احکام تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کئے دیتے ہو تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں ان کی سزا اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ دنیا کی زندگی میں تو رسوائی ہے اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈال دیئے جائیں۔''

موجودہ حالات اور حدیث

(۱) اس حدیث میں حضور ﷺ نے ''اُحب'' تفضیل کا صیغہ استعمال فرمایا ہے تاکہ مومن پر یہ بات واضح ہو کہ حلاوت ایمان کے لئے تنہا محبت کافی نہیں بلکہ یہ محبت دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ ہو، محبت کی دیگر قسموں سے ممتاز و فائق ہو، مثلاً اپنی ذات سے محبت، اولاد سے محبت، بیوی سے محبت، مال و شہرت کی محبت، لہٰذا جو شخص اپنے اندر یہ محبت پیدا کرنا چاہتا ہے اس کو چاہئے کہ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو تمام محبتوں پر مقدم رکھے۔

(۲) حدیث سے معلوم ہوا کہ ایمان کی بھی ایک لذت ہے جو دل میں حسی محبت کی طرح ہوتی ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ اس کا احساس اسی شخص کو ہوتا ہے، جس کا

سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو، جس کے نتیجے میں وہ فضائل اخلاق سے سنورنے کی فکر کرتا ہے، احکام پر عمل کے لیے کوشاں رہتا ہے، دوسروں کو بھی اس کی دعوت دیتا ہے، پست اور گھٹیا باتوں سے جن سے دین نے منع کیا ہے بچتا ہے، اس سے خود دور رہتا ہے اور دوسروں کو بھی اس سے روکتا ہے لہٰذا مومن کیلئے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سے دوستی اور اسی سے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو محبت کی دیگر تمام قسموں پر مقدم رکھے۔

(۳) حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ محبت اللہ کے رسول ﷺ سے ہونی چاہئے، اس لئے کہ آپ ہی کی ذات انسانوں کے لئے بہترین اسوہ اور نمونہ ہے۔

اب اگر بندۂ مومن اللہ اور اس کے رسول سے محبت کے اس معیار پر نہیں اترتا تو اس کو ایمان کی مٹھاس نہیں نصیب ہوگی اور نہ اس کی لذت سے لطف اندوز ہو سکے گا۔

آج اس بات کی کتنی شدید ضرورت ہے کہ حضور ﷺ کی ذات گرامی سے صحابۂ کرام کی محبت کے قصے پڑھیں کہ واقعی ان کو اللہ کے رسول ﷺ سے محبت تھی، اور آپ کی محبت کو اپنی جانوں پر بھی مقدم رکھتے تھے اور آپ کے پیچھے سب کچھ قربان کر دینے کو تیار رہتے تھے، اس لئے کہ ان کو ایمان کا مزہ مل گیا تھا اور اس سے لطف اندوز ہو چکے تھے۔